سید محمد متین ہاشمی

رسالہ رموزات اور اس کے مصنف

دیال سنگھ لائبریری کے ریسرچ سیل میں تصوف کا ایک نہایت موجز و بلیغ مخطوطہ موجود ہے جس کے کسی مطبوعہ نسخے کا ابھی تک پتا نہیں چل سکا ہے۔ غالب گمان ہے کہ یہ کتاب طبع ہی نہیں ہوئی ہے۔ جہاں تک راقم الحروف کو علم ہے اس کا ایک نسخہ ایران میں موجود ہے۔ ممکن ہے کہ کسی دوسرے کتب خانے میں بھی موجود ہو۔ بہرحال اس کے مؤلف مولانا سید عبدالجلیل بلگرامی ہیں۔ رسالے کا نام "رسالہ رموزات" ہے۔ رسالے کی تقطیع ۱۵×۸ س م ہے۔ اور ۴۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ ۱۱۳۰ھ میں محمد وزیر کاتب نے اس کی کتابت کی ہے۔ ترقیمہ کاتب درج ذیل ہے:

"تمت تمام شد بتاریخ دہم شہر ذی الحجہ ۶ بروز چہار شنبہ روز عید الضحیٰ (؟ الاضحیٰ) بوقت چاشت در شہر اسلام سانبھر در عہد محمد شاہ پادشاہ مطابق ۱۱۳۰ھ النبوی رسالہ رموزات من تصنیف عبد جلیل رحمۃ اللہ علیہ غفرلہٗ فکاتبہٗ (؟ ولکاتبہٗ) محمد وزیر ساکن بلدہ مبارک سورت والسلام و الاکرام۔"

یہ مخطوطہ مکمل ہے اور اس کی ایک بہت بڑی خصوصیت یہ ہے کہ کاتب نے اسے مصنف کی حیات میں لکھا ہے۔ خطبے کی ابتدا ان جملوں سے ہوتی ہے:

"الحمد للہ صانع القدرۃ والتحیات علیٰ رافع العزۃ والثناء علیٰ مبین الکثرۃ و الاستعانۃ علیٰ صاحب الصنعۃ۔"

اختتام ان جملوں پر ہوتا ہے:

"پرسید کہ ای سیاحی از کجا تا کجا گردی و تا بہ کجا رسیدی سیاحی جوابش داد و گفت چوں از ملک عدم سیر کردہ آمدہ ام بولایت لا رسیدم ہر چند کہ گشتم باز بملک لا آمدم۔"

مصنف کے مختصر حالات

مصنف مولانا سید عبدالجلیل بلگرامی سید احمد حسینی واسطی کے صاحب زادے ہیں۔ آپ کی ولادت

۱۳ شوال ۱۰۷۱ھ کو بلگرام میں ہوئی۔ آپ نے علومِ عقلیہ و نقلیہ مولانا غلام محمد نقشبندی لکھنوی سے حاصل کیے اور بہت جلد اپنے ہم عصروں کے درمیان ایک ممتاز حیثیت حاصل کر لی، شیخ نور الحق محدث دہلوی کے شاگردِ رشید سید مبارک محدث بلگرامی سے آپ نے علمِ حدیث کی تحصیل کی۔

تذکرہ علمائے ہند کے مصنف رحمان علی نے آپ کے بارے میں لکھا ہے:

"در تفسیر و حدیث و تاریخ و لغت و ادب و شعر گوئی مہارتی و بزبان عربی و فارسی و ترکی و ہندی طلاقتی وافر داشت و بہر زبانی تصنیفی رشیق و تالیفی انیق از و یادگار اند از عہد اورنگ زیب تا زمان فرخ سیر از شاہانِ دہلی بعہدہ بخشی گری و سوانح نگاری باعزاز تمام بسر بردہ"[۱]

حدائق الحنفیہ کے مصنف نے آپ کو ان القاب سے یاد کیا ہے:

سید عبد الجلیل بن سید احمد حسینی واسطی بلگرامی محدث، مفسر، فقیہ، ادیب، لغوی، علامہ بارع، کوکب ساطع، قاموس اللسان، طلیق البیان[۲]

سلافۃ العصر کے مصنف سید علی معصوم اورنگ آبادی نے آپ کے بارے میں لکھا ہے کہ:

"میں نے ہند میں آپ ایسا کوئی نہیں دیکھا"[۳]

ابتدا میں عالم گیر بادشاہ نے آپ کو بخشی گری کے عہدے پہ مامور کیا اور بعد میں ضلع گجرات (پنجاب) کا وقائع نگار مقرر کیا۔ اس کے بعد وہ سندھ اور سیوستان کے علاقوں میں بھی اسی طرح کی خدمات انجام دیتے رہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ انھوں نے نہایت ذہانت اور محنت سے اپنے فرائض انجام دیے۔ ۱۱۱۱ھ میں جب اورنگ زیب نے قلعہ "ستارہ" فتح کیا تو سید عبد الجلیل نے ایک رات میں گیارہ قطعہ تواریخ نظم کیے اور ان کے مجموعے کا نام "گلزار فتح شاہ ہند" رکھ کر بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا۔ بادشاہ نے آپ کو مراحم خسروانہ سے مشرف فرمایا۔

عربی قطعہ تاریخ کا نمونہ ملاحظہ ہو:

---

[۱] رحمان علی: تذکرہ علمائے ہند، ص ۱۰۸ - طبع نولکشور لکھنؤ

[۲] فقیر محمد جہلمی: حدائق الحنفیہ، ص ۴۳۷ - نولکشور لکھنؤ

[۳] ایضاً

لما توجہ سلطان الانام الی | رب السمٰوٰت فی تائید اسلام
اقوابھامہٗ فی اصل خنصرہٖ | بورد یاقادر فتاح اکمام
فصار حین افتتاح الاسم مفتحا | حصنا لمن عبدوا احجار اصنام
نظرت فی الخات وھی اربعۃ | من فوق ابھامہ من غیر ابھام
وجدتھن لعام الفتح حینئذٍ | رقیما علی سنۃ من مد ابھام
اللہ تلک ید بیضاء قد ترعت | للناظرین فیا للمعجز السامی
ھذا البدیع من التاریخ انشاہ | عبد الجلیل بتائیدات الھام

فارسی قطعۂ تاریخ پیشِ خدمت ہے :

چوں شد ابہام زیر خنصر آوردہ | بوردِ اسم اعظم در شمارہ
قلاع کفر شد مفتوح فی الحال | ز تیغ او عدو شد پارہ پارہ
زانگشتان شد بر مد ابہام | برابر چار الف کردم شمارہ
بعینہ بود شکل سال ہجری | پئے تاریخ تسخیر ستارہ
چنیں تاریخ گفتن اختراعیست | شد از عبد الجلیل ایں آشکارہ[۵۴]

۱۲۶ا میں ضعف کے باعث انھوں نے سلطان فرخ سیر سے ملاقات کی اور مزید خدمت سے معذرت کرتے ہوئے استعفیٰ دے دیا اور اپنی جگہ پر اپنے بیٹے سید محمود کو مقرر کرا کر خود بلگرام چلے گئے۔ ایک سال تک بلگرام میں قیام کرنے کے بعد دہلی گئے اور وہیں ربیع الآخر کی ۲۳ تاریخ کو شنبہ کی رات ۱۱۳۸ھ میں وفات ہوئی، جسدِ خاکی بلگرام لایا گیا اور بستانِ محمود میں سپردِ خاک کر دیا گیا۔ تاریخ وفات اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ جَنّٰتُ عَدْنٍ سے نکلتی ہے[۵۵]

رسالہ رموزات

گو کہ یہ ایک مختصر سا رسالہ ہے لیکن اس کی سب سے بڑی خوبی اس کے مضامین کی گہرائی اور گیرائی ہے اور خیر الکلام ماقل ودل کا قول اس پر پوری طرح صادق آتا ہے۔ مصنف نے کتاب کو چار منازل پر تقسیم کیا ہے۔ (۱) شریعت (۲) طریقت (۳) حقیقت (۴) معرفت

---

[۵۴] تذکرہ علمائے ہند : ۱۰۸

[۵۵] حدائق الحنفیہ : ۱۰۹

صوفیائے سلف کی طرح مصنف نے بھی شریعت کو سب پر فوقیت دی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

"بدانکہ شریعت بمعنی لغوی شروع کردن یعنی رجوع کردن بسوی حق سبحانہ و تعالیٰ چنانچہ حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم فرمودہ اند بران راسخ بودن دیگیوی تجاوز و تفاوت نکردن"[۵۶]

جس نے بھی تاریخ اسلام کا مطالعہ کیا ہے، اس الم ناک حقیقت سے ضرور واقف ہوگا کہ جب سے چند مغلوب الحال صوفیا نے چاہے جس وجہ سے بھی ہو شریعت سے اپنا دامن چھڑایا اور شریعت وطریقت میں ثنویت و مغائرت پیدا کی "احسان" کا وہ چشمۂ صافی جس سے روحیں سیراب ہوتیں اور عبد و معبود کے درمیان رشتۂ محبت استوار ہوتا تھا، گدلا ہوتا چلا گیا، حقائق گم ہوگئے اور اوہام و خرافات نے جگہ بنا لی۔ رفتہ رفتہ عجمی تصورات غالب آنے لگے، جس کے نتیجے میں "آبروئے شیوہ اہل نظر" بھی جاتی رہی اور "تصوف" چند رسوم و توہمات کا مجموعہ بن کر رہ گیا۔ اس کا رونا تو حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ بھی رو رہے ہیں۔

"خداوند عزوجل ما را اندر زمانہ پدیدار آوردہ است کہ اہل آں ہوا را شریعت نام کردہ اند و طلب جاہ و ریاست و تکبر را عز و علم و ریا خلق را حشیت و نہاں داشتن کینہ را اندر دل حلم و مجادلہ را مناظرہ و محاربہ و سفاہت را عظمت و نفاق را زہد و تمنی را ارادت و ہذیان طبع را معرفت و حرکات دل و حدیث نفس را محبت و الحاد را فقر و جحود را صفوت و زندقہ را فنا و ترک شریعت پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) را طریقت و آفت اہل زمانہ را معاملت نام کردہ اند"[۵۷]

شریعت کی وضاحت

شریعت کی مکمل پیروی پر زور دینے کے بعد رسالہ رموزات کے مصنف نے مختصر الفاظ میں شریعت کی وضاحت کی ہے:

"و فرمودن آنحضرت پنج چیز است اول کلمہ طیب گفتن، دوم پنج وقت نماز گزاردن، سیوم روزۂ ماہ رمضان داشتن، چہارم زکوٰۃ دادن، پنجم حج کردن، و اوائے ایں پنج چیز درد است و رنج"۔

کلمۂ طیبہ کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

---

۵۶ مخطوطہ رموزات: ۲ ۵۷ الہجویری: کشف المحجوب: ۸ - طبع ایران

”رمز اول بشنو در کلمہ طیب گفتن یعنی لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ اگر طالب صادق باشد بگفتن، کلمہ طیب مقصودش دریابد چناں دریابد کہ بد نہ بد“

آگے چل کر فرماتے ہیں :

”اینجا است کہ شمس تبریز فرمودہ اند: بیت

فنا اندر فنا بینی فنا ہست   بقا اندر بقا بینی بقا ہست

چوں سالک دریں مقام رسد یُخرِجُ الحَیَّ مِنَ المَیِّتِ وَ یُخرِجُ المَیِّتَ مِنَ الحَیِّ۔ ویرا کشف شود۔“

رمز دوم میں لکھتے ہیں :

”رمز دوم نماز گزاردن بدانکہ نماز گزاردن فرض عین است وگزاردن ہم با دل وجان فرض عین است، اگر نماز بے ریا بگزارد اسلام عین است واگر با ریا بگزارد کفر عین است وگزاردن فرض عین است باید کہ نماز بے ریا بگزارد چناں بگزارد کہ بگزارد ازاینجا است کہ گفت پیغامبر علیہ السلام من ارادالعبادۃ لعبدالوصول فقد اشرک باللہ[۸] ہر کہ ایں چنیں نماز ادا کند وَاعبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأتِيَكَ اليَقِينُ۔ ویرا کشف شود آں زمان مصلی مسلم شود و نمازش قبول افتد چوں قبول افتاد اضافش افتاد چوں اضافش افتاد عبد و رب یافت تمثیل برف وآب دراں وقت رفت وہم سیراب وسالک گشت ازینجا است کہ فرمودہ اند علیہ السلام من عرف نفسہ فقد عرف ربہ[۹] چوں سالک دریں مقام رسید لذت وحدت چشید آں زمان لا الٰہ الا ھو ویرا کشف شود۔

رمز سوم میں روزے کے بارے میں فرماتے ہیں :

روزہ بمعنی راز است نہ کہ دین بستن ازینجا است کہ فرمودہ اند علیہ السلام صوموا برویتہ وافطروا برویتہ[۱۰]۔

---

[۸] مستند احادیث میں یہ روایت موجود نہیں ہے۔ غالب گمان ہے کہ یہ موضوع روایت ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

[۹] یہ حدیث نہیں ہے بلکہ کسی عارف کا قول ہے جو بطور حدیث کے مشہور ہوگیا۔

[۱۰] مؤلف نے چاند دیکھنے کی روایت کو رویت باری پر محمول کیا ہے جو محل نظر ہے، کیونکہ سلف صالحین کی کسی روایت سے یہ ثابت نہیں ہے۔

آگے چل کر فرماتے ہیں:

"بدانکہ روزہ داشتن فرض عین است یعنی داشتن خود فرض عین است آری ہمیں طور ہست آمنّا وصدقنا ہر کہ خود را داشت عین یافت آں زمان عین بعین خود دید کہ عین بعین است ازینجا است کہ فرمودہ اند علیہ السلام من رأنی فقد رأ الحق و بزبان حال گفت۔

چوں او عین من و من عین اویم انا الحق چوں نہ گویم چوں نگویم

ازینجا است کہ خاتم النبی فرمودہ اند، رایت ربی بربی چوں سالک دریں مقام رسید اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ - دیرا کشف شد۔

رسالہ رموزات کے مؤلف چونکہ وحدت الوجود کے قائل تھے، اس لیے انھوں نے وہی اسلوب بیان اختیار کیا ہے جو عموماً وجودی صوفیہ اختیار کرتے ہیں۔ تاکہ ان لوگوں تک ان کے خیالات نہ پہنچ سکیں جو ان خیالات کے اہل نہیں ہیں۔ فصوص الحکم کے مقدمے میں ابوالعلا عفیفی لکھتے ہیں:

المعروف عن الصوفیۃ اطلاقاً انھم قوم لا یتکلمون بلسان عموم الخلق ولا یخوضون فیما یخوض فیہ الناس من مسائل علم الظاھر وانما یتکلمون بلسان الرمز والاشارۃ اما ضناً بما یقولون علی من لیسوا اھلاً لہ واما لان لغۃ العموم لا تفی بالتعبیر عن معانیھم وما یحسونہ فی اذواقھم ومواجدھم اما ما یرمزون الیہ فحقائق العلم الباطن الذی یتلقونہ وراثۃ عن النبی وھذہ الحقائق لا یستقل بفھمھا عقل ولا بالتعبیر عنھا لغۃ [۱۱]

عام طور پر صوفیہ کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ لوگ عامۃ الناس کی زبان میں کلام نہیں کرتے اور نہ ان مسائل میں دخل دیتے ہیں جن کا تعلق علم ظاہر سے ہے۔ وہ تو رمز و کنایہ کی زبان میں گفتگو کرتے ہیں یا تو اس وجہ سے کہ نااہل ان کی باتوں تک رسائی نہ حاصل کر سکیں یا اس لیے کہ عام طرق اظہار ان کے معانی و افکار اور احوال و مواجید کو کماحقہٗ ادا کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے یا پھر اس لیے کہ جن باتوں کی طرف وہ اشارہ کرتے ہیں وہ ایسی حقیقتیں ہیں، جنھیں متوارث طور پر انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیا ہے اور یہ حقائق تو عقل میں سما سکتے ہیں،

---

۱۱ عفیفی ابوالعلا: تعلیقات علی فصوص الحکم: ۱۵، طبع بیروت

اور نہ زبان و بیان کی گرفت میں آسکتے ہیں۔

زکوٰۃ کی تشریح کرتے ہوئے رمز چہارم میں لکھتے ہیں:

"بدانکہ زکوٰۃ دادن فرض عین است یعنی دادن خود فرض است قال اللہ تعالیٰ : اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الْمُتَّقِیْنَ آری ہمیں طور است ہر کہ خود را داد خدا را یافت ازینجا است کہ نا یافتن خود یافتن خدا است و نادیدن خود دیدن اوست تا آنکہ سالک خود را از خود بہ ندارد اگر زاہد ہمچو بریان باشد دنیادار ہمچو قارون باشد ازینجا ست کہ حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم اشارت کردہ اند حب الدنیا راس کل خطیئۃ وترک الدنیا راس کل عبادۃ، چوں سالک تا اینجا سیر کند از کلی تفرقہ خود را سیر کند آں زمان وَ اِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ وی را کشف شود۔"

حج کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

"بدانکہ حج رفتن خود خدا ایست و در رفتن آن خدا ایست آنجا کہ خدا ایست خود نمائیست و آنجا کہ خود نمائیست جدائیست و آنجا کہ جدائیست نابینائیست و آنجا کہ نابینائیست بروی نازل شدہ است وَمَنْ کَانَ فِیْ ھٰذِہٖٓ اَعْمٰی فَھُوَ فِی الْاٰخِرَۃِ اَعْمٰی وَاَضَلُّ سَبِیْلًا۔

طریقت کی تعریف

مصنف نے طریقت کی اس انداز میں تعریف کی ہے:

"بدانکہ طریقت بمعنی اصطلاحی مجاہدہ کردن بنفس خود یعنی سہو کردن نفس در نفس خود چوں سالک تا اینجا سیر کند دراں وقت اَلَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا وی را کشف شود طریقت بمعنی لغوی راہ رفتن (یعنی) خود رفتن آری ہمیں طور است یافتن خدا در خود است نہ کہ در آسمان و زمین چنانچہ در حدیث آمدہ است القلوب بیت اللہ چوں بیت را یافت صاحب بیت را یافت صاحب بیت را یافت خود را شناخت خدا را شناخت با خودی خود در عالم خود باخت آں زمان کنت کنزا مخفیا فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق لاعرف دریافت۔

حقیقت و معرفت

رمز ہفتم و ہشتم میں حقیقت و معرفت کی وضاحت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ حقیقت کے بارے میں لکھتے ہیں:

"بدانکہ حقیقت بمعنی لغوی حق بودن و اضافت ربودن و معیت دیدن و از تمنا رمیدن از اینجا است کہ حضرت فرمودہ اند الفقر لا یحتاج الا اللہ۔"

معرفت کے بارے میں لکھتے ہیں:

"یعنی ہمہ جا ذات پاک واحد یافتن و دریں ظہور کونین گوناگوں غیر مکرر باحق بودن اگرچہ صورت ہائے مختلف ناپاک (دہشت ناک) پیش آید خوف و ذوق نشاید و در احدیت محکم باید از اینجا است کہ فرمودہ اند الایمان بین الخوف والرجا۔"

شریعت، طریقت، حقیقت اور معرفت کی اپنے انداز میں تشریح کرنے کے بعد مصنف نے چاروں عوالم یعنی ناسوت، ملکوت، جبروت و لاہوت کا تذکرہ اور تشریح وجودی صوفیا کے انداز میں کی ہے۔

لاہوت کے بارے میں فرماتے ہیں:

"بدانکہ معنی لفظ لاہوت یعنی نیست او جز تو۔"[۱۲] آگے چل کر فرماتے ہیں:

"اگر کسے گوید کہ این بشر چگونہ او باشد و او شد از کلام رب العالمین بشنو کہ بحضرت محی الدین گفتہ اند یا غوث الاعظم الانسان نفسہ وقائمہٗ وروحہٗ وسمعہٗ وبصرہٗ ولسانہٗ ویدہٗ ورجلہٗ وکل ذلک اظہر لنفسی لنفسی لاھو الا انا ولا انا غیرہٗ۔"[۱۳]

رمز دہم میں جبروت کی تشریح مشاہدہ رب سے کی ہے اور رمز یازدہم میں ملکوت کے بارے میں فرمایا ہے:

"در ملکوت بودن یعنی پاک و باصفا بودن از ماسوا۔"

رمز دوازدہم میں ناسوت کی بابت فرماتے ہیں:

"ناسوت یعنی غافل بودن غفلت بد و معنی آید کہ اگر موصوف باشد باوصاف ذمیمہ آں معنی بداست اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بروی نازل شود واگر موصوف باشد بہ اوصاف (؟ جمیلہ) آں معنی ہدایت است یعنی چنانچہ بود ہمچناں است۔ چناں بود کہ جز وحدت وکثرت بدست و شرک و اضافت نداشت مطلق بود . . . از ینجا است کہ سلف

---

۱۲ لفظ لاہوت کی یہ تشریح محل نظر ہے ۱۳ یہ قول بے سند ہے۔

فرمودہ اند النھایۃ ھو الرجوع الی البدایۃ ، آں مقام ہاہوت است۔ پس ہاہوت و ناسوت ہر دو یکی شد و آنچہ بود ظاہر شد ازینجا است فرمودہ اند: من عرف اللہ کلّ لسانہٗ۔

آگے چل کر مصنف نے اپنے وجودی عقائد و نظریات کے تحت عوالم اربعہ کی نہایت انیق تعبیرات اور موجز استدلالات کا نمونہ پیش کیا ہے۔ عبارات کا ایجاز اور استدلال کا انداز خاصے کی چیزیں ہیں ملاحظہ ہو

"وجہ دیگر بشنو کہ در ناسوت نادانستن و در ملکوت دانستن و در جبروت دیدن و در لاہوت بودن و در ہاہوت گزشتہ باز ناسوت و ہاہوت یکی شد"۔ "وجہ دیگر بشنو در ہاہوت نابودن و در لاہوت بودن، و در جبروت نمودن و در ملکوت شنیدن و در ناسوت نابودن باز ناسوت و ہاہوت یکی شد"

"وجہ دیگر بشنو کہ در ناسوت محو خواب بود و در ملکوت ہیچو بیدار و در جبروت بایار و در لاہوت خود یار و در ہاہوت بے یار باز ناسوت و ہاہوت یکی شد"

مذکورہ بالا تمام تشریحات فلسفہ وحدت الوجود کی روشنی میں کی گئیں ہیں۔ ان سے اختلاف کیا جا سکتا ہے لیکن انداز بیان کی ندرت سے تو انکار ممکن نہیں۔

علامہ قشیری رسالہ قشیریہ میں وجودیت کے فلسفے کو اس انداز میں بیان فرماتے ہیں، راقم الحروف کے خیال میں یہ انداز بیان اقرب الی الفہم بھی ہے اور اقرب الی الشرع بھی:

اما الوجود فھو بعد الارتقاء عن الوجد ولا یکون وجود الحق الا بعد خمود البشریۃ لانہ لا یکون للبشریۃ بقاء عند ظھور سلطان الحقیقۃ وھٰذا معنی قول ابی الحسن النوری انا منذ عشرین سنۃ بین الوجد و الفقد ای اذا وجدت ربی فقدت قلبی واذا وجدت قلبی فقدت ربی وھٰذا معنی قول الجنید علم التوحید مباین لوجودہ ووجودہ مباین لعلمہ وفی ھٰذا المعنی انشدوا۔

وجودی ان اغیب عن الوجود بما یبدو علیّ من الشھود[۱۲]

لیکن وجود کا مقام وجد کے مقام سے ترقی کرنے کے بعد شروع ہوتا ہے اور وجود حق بشریت کے فنا ہو جانے کے بعد متجلی ہوتا ہے کیونکہ جب سلطان حقیقت کا ظہور ہوتا ہے تو پھر بشریت کہاں باقی رہ سکتی ہے اور ابو الحسن نوریؒ کے اس قول کا یہی مطلب ہے جس میں انھوں نے فرمایا کہ "میں بیس برس سے وجد و فقد کے درمیان ہوں

---

[۱۲] القشیری ابو القاسم، الرسالۃ القشیریۃ، ۳۴، طبع مصر ۱۳۴۶ھ

یعنی جب اپنے رب کو پاتا ہوں تو اپنے قلب کو گم کر دیتا ہوں اور جب میرا قلب مجھے ملتا ہے تو رب کو گم کر دیتا ہوں۔

حضرت جنیدؒ نے یہ جو فرمایا کہ "توحید کا علم اس کے وجود کا مبائن ہے اور اس کا وجود اس کے علم کا مبائن ہے،" اس کا بھی مطلب ہے، اور اسی لیے کہنے والوں نے یہ شعر کہا کہ "میرا وجود یہ ہے کہ میں وجود ہی سے غافل ہو جاؤں اور ان تمام مشہودات کو فراموش کر دوں جو مجھ پر ظہور کر رہے ہیں۔

پیر ہرات حضرت خواجہ عبداللہ انصاری قدس سرہ العزیز اسی مضمون کو ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں:

خدایا! ایں چہ بوالعجبی است کہ با دوستان خود می کنی وقتیکہ ترا می جویم خود را می یابم و وقتیکہ خود را می جویم ترا می یابم۔

علامہ اقبال اسی مضمون کو یوں بیان فرماتے ہیں:

کرا جوئی چرا در پیچ و تابی　　　کہ او پیدا ست تو زیر نقابی
تلاش او کنی جز خود نہ بینی　　　تلاش خود کنی جز او نیابی

مصنف کے نزدیک منزل پر پہنچانے والی چیز عشق ہے نہ کہ علم، اٹھارھویں رمز میں فرماتے ہیں:

"ای عزیز ہرگز بعلم خویش کسی بخدا نرسد و ہر کہ از علم خویش برسید ہرگز بہ نہایت نرسید۔"

بائیسویں رمز میں فرماتے ہیں:

"ہر کہ بہ اثبات ثابتست کافر است تاکہ اثبات را نہ کند از لذت ایمان محروم است۔"

تیئیسویں رمز میں ارشاد ہے:

"ہر کہ خود را داند کافر است تاکہ خود را خدا انداز کفر بر نیاید۔"

یہ بھی وحدت الوجودی نظریے کا بیان ہے۔

چھبیسویں رمز میں حضور و غیاب کو اس انداز میں بیان فرماتے ہیں:

"ہر کہ حضوری دارد مطلق دور است تاکہ دور نہ گردد حضور نگویند۔"

اکتیسویں رمز میں ارشاد ہے:

"ہر کہ مراد دارد نامراد است تاکہ نامراد نباشد بمراد نرسد۔"

بتیسویں رمز میں فرماتے ہیں:

"مردی مدتی در پی خود شناسی بود چوں خود را شناخت، ہیچ نیافت۔"

تینتیسویں رمز میں فرماتے ہیں :

"طالبی سالہا در طلب حق بود چوں حق را شناخت نامش گرفتن غیرت آمد۔"

چونتیسویں رمز میں فرماتے ہیں :

"از خود کفر کردم چوں بخود آمدم شرک دیدم چو از ہر دو رفتم آرام یافتم۔"

پینتیسویں رمز میں فرماتے ہیں :

"ہر چہ میدیدم نابینا بودم چوں ہیچ ندیدم بینا شدم"

رموز کے عنوان سے مصنف نے اس رسالے میں کمال ایجاز کے ساتھ تصوف کے ادق مسائل کو بیان کیا ہے، اور اہلِ نظر کو دعوتِ فکر دی ہے۔ چند نمونے آپ بھی ملاحظہ فرمائیں :

۱۔ آری بندہ را از بندگی خود کار است نہ کہ چون و چرا در کار است ہر چہ می شود بر و گلزار است و آنچہ میگزرد بر و راضی باشد و آنچہ خواہد بر وی بازی باشد۔

۲۔ بدانکہ مراد از عشق آنست کہ عاشق و معشوق کست وجود درمیان بہانہ است عاشق ہم اُو و عشق و معشوق ہم او عارف ہم او و عرف و معروف ہم او خود است مظہر برائے دیدن ہم او خود آئینہ گشتہ خود بخود ببیند ہم او۔

۳۔ بدانکہ قلب قلب را گویند و تا آنکہ قلب در قالب است ہمیشہ در قلب است چنانچہ گاہی حاجب است گاہی ناظر است و گاہی قادر است و گاہی عاجز است و گاہی غافل است و گاہی ذاکر است و گاہی شاکر است و گاہی ساکر است و گاہی خیر و گاہی شر است و گاہی عالم و گاہی جاہل است و گاہی بی اوست و گاہی با او و گاہی بیرون از ہر دو از ینجا است کہ حضرت علیہ السلام فرمودہ اند : یالیت رب محمد لم یخلق محمداً۔

(۴) بدانکہ روح بی چون و بی چگون است و بی شبہ و بی نمونست . . . ہر چند فکر کردہ می شود دریافتہ نمی شود و بنقلاً در شریعت گفتہ اند بی چون و بی چگون است و بی شبہ و بی نمونست، پس این صفات ذاتی است جائی کہ صفات و ذات یک باشد آں عین ذات باشد۔

(۵) بدانکہ بہشت در یگانگی است از انکہ بیروں از بے گانگی است و آنجا کہ بیروں از بے گانگی است بہمہ حال حدیث یگانگی و در آنجا کار بیکی دیدن و بیکی دانستن و بیکی شنیدن و بیکی گفتن است۔

(۶) بدانکہ دوزخ دربیگانگی است ازانکہ دوزخ بیرون ازیگانگی است اینجاست کہ حق تعالیٰ فرمودہ
اِنِّیْ بَرِیٓءٌ مِّمَّا تُشْرِکُوْنَ ۝

(۷) قیامت بمعنی اصطلاحی استادہ شدن است وآں ایستادن بچند وجہ است یکی ہر دم است کہ فرومی رود و می ایستد دودم ہر ساعت باطراف وطرف قلب قلب است سیوم ہر روز است و آں طلوع میکند و تمام عالم را بکار و بار مشغول می کند چہارم وجہ بر جمیع عالم مرکب است وجہ پنجم وقت است دآں رفتن خودی است چوں از خود رفت خدا را یافت و ہرگز بجانب خود نشافت ازینجا است کہ حضرت علیہ السلام فرمودہ اند من مات فقد قامت قیامتہ، چوں سالک دریں مقام رسید کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ وَّ یَبْقٰی وَجْہُ رَبِّکَ ذُو الْجَلٰلِ وَ الْاِکْرَامِ بروی روی نماید۔

(۸) بدانکہ فکر بمعنی دریافتن یعنی دریافتن آں دریا وطن چوں آں دریا وطن دریافت دُریافت مراد از دُر وجود است و مراد از دریا موجود است چوں در دریائے موجود غوطہ خورد خود را دریابد۔

مندرجہ بالا اقتباسات کے انداز میں مصنف نے تلاوت قرآن، علم، حلم، خلق وخالق، خاموشی، قناعت، عزلت، تسبیح، مراقبہ، مجاہدہ، مشاہدہ، صلاحیت، ہمت، مسکنت، رضا، ایمان، اخلاص، استقامت، توبہ، شکر، صبر، توکل، تلقین، تجرید، تفرید اور عرفان وغیرہ کی تشریح فرمائی ہے۔

اور رمز ہشتاد چہارم سے چھوٹے چھوٹے جملوں میں سلوک وطریقت کے اصول بیان کر دیئے ہیں، جملے کیا ہیں نگینے ہیں جو کتاب کے اوراق میں انتہائی چابک دستی سے جڑ دیے گئے ہیں۔

چند جملے آپ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ ہر کہ بر منظور ناظر باشد از حقیقتش کور باشد۔

۲۔ واصل را حقیقت نیست

۳۔ دریافت آں است کہ بے یافت گردد

۴۔ نفی و اثبات از وجود است چوں وجود رفت ہیچ نیافت۔ (۵) خلق را با خالق دیدن شرک است۔ (۶) چوں طالب مطلوب گردد از مطلب گردد۔ (۷) چوں سالک بمنزل رسد منزل نہ بیند۔

یہ مخطوطہ ایک سو ایک رموز پر مشتمل ہے اور با ذوق و اہل حال حضرات کے لیے اس کے دامن میں بہت کچھ موجود ہے۔